سلطان المشائخ



حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے حالات و کمالات

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نام و نسب

محمد نام' نظام الدین لقب وعرف عام' والد ماجد کا نام احمد بن علیؒ' سادات حسینی میں سے تھے' ننھیال بھی سادات میں تھا' دادا خواجہ علی اور نانا خواجہ عرب دونوں ہم جد تھے اور دونوں بخارا سے آ کر کچھ مدت لاہور رہے' وہاں سے بدایوں آئے۔

636ھ میں بدایوں میں آپ کی ولادت ہوئی' بدایوں (قدیم بداؤں) شرفاء و سادات کا قدیم مسکن تھا' بہت سے ساداتِ کرام اور مشائخ عظام نے ایران و خراسان سے آ کر یہاں سکونت اختیار کر لی تھی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

حضرت نظام الدینؒ پانچ سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے جو اپنے وقت کی ایک بڑی صالحہ اور باخدا خاتون تھیں' اس در یتیم کی پرورش اور دینی و اخلاقی تربیت کا مردانہ ہمت اور پدرانہ شفقت کے ساتھ اہتمام کیا۔ کتابیں پڑھنے کے قابل ہوئے تو مولانا علاؤ الدین اصولی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور فقہ کی ابتدائی کتابوں تک ان سے تعلیم حاصل کی' قدوری ختم کی تو مولانا علاؤ الدین نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین اب دستارِ فضیلت باندھو۔ والدہ صاحبہ سے آ کر کہا کہ استاد نے دستار بندی کا حکم فرمایا ہے میں دستار کہاں سے لاؤں؟ والدہ صاحبہ نے کہا بابا خاطر جمع رکھو۔ میں اس کی تدبیر کروں گی چنانچہ روئی خرید کر اسکو کتوایا اور بہت جلد پگڑی تیار کر کے دی۔ والدہ صاحبہ نے اس تقریب میں علماء و صلحاء وقت کی دعوت کی۔ خواجہ علیؒ مرید شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے ایک پیچ باندھا اور حاضرین مجلس نے علم نافع اور تکمیل کی دعا کی۔

فقر و فاقہ اور والدہ کی تربیت

اس چھوٹے سے شریف گھرانے میں جو سایہ پدری سے محروم تھا' فقر و فاقہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ والدہ کا معمول تھا کہ جس روز ہمارے گھر کچھ پکانے کو نہ ہوتا تو فرماتیں کہ آج ہم سب خدا کے مہمان ہیں۔ مجھے یہ بات سن کر بڑا ذوق آتا۔ ایک دن کوئی خدا کا بندہ ایک تنکہ غلہ گھر میں دے گیا' چند دن متواتر اس سے روٹی ملتی رہی' میں تنگ آ گیا اور اس آرزو میں رہا کہ والدہ صاحبہ کب یہ فرمائیں گی کہ ہم سب خدا کے مہمان ہیں' آخر وہ غلہ ختم ہوا اور والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ آج ہم خدا کے مہمان ہیں' یہ سن کر مجھے ایسا ذوق اور ایسا سرور حاصل ہوا کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔

شیخ کبیرؒ سے مناسبت اور قلبی کشش

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا۔ بارہ سال کا رہا ہوں یا کچھ کم زیادہ' اس وقت میں لغت پڑھتا تھا۔ ایک شخص جو ابوبکر خراط کے نام سے مشہور تھا' ابوبکر قوال بھی کہتے تھے میرے استاد کے پاس آیا' وہ ملتان ہو کر آ رہا تھا' اس نے بیان کیا کہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے پاس سے آ رہا ہوں' اس نے ان کے فضائل و مناقب بیان کرنے شروع کیے کہ وہاں کے لوگ ایسے ذاکر' شاغل ہیں اور نوافل کا ایسا انہماک ہے اور ذکر کی ایسی فضا ہے کہ مائیں اور لونڈیاں بھی چکی چلاتے وقت ذکر میں مشغول رہتی ہیں' اسی طرح کی اور بہت سی خصوصیتیں بیان کرتا رہا' مگر کوئی چیز میرے دل میں نہ جچی' اسکے بعد اس نے بیان کیا کہ وہاں سے

عوام کا ہجوم آپؒ کو پسند نہیں تھا' شہر چھوڑ کر گوشہ تنہائی اختیار کرنا چاہتے تھے کہ ایک مرد غیب نے کہا ''قوت و حوصلہ تو یہ ہے کہ مخلوق کے باوجود یاد خدا میں مشغول رہا جائے''۔

اجودھن آیا۔ وہاں میں نے ایسا بادشاہ دین دیکھا اور اس نے شیخ الاسلام شیخ فریدالدین کا تذکرہ کیا' یہ سنتے ہی میرے دل کو بے اختیار کشش ہوئی اور ان کی محبت وارادت میرے دل میں ایسی بیٹھ گئی کہ مجھے ان کا نام لینے میں مزا آنے لگا اور میں ہر نماز کے بعد مزے لے کر ان کے نام کی رٹ لگاتا۔

دہلی کا سفر

سولہ سال کی عمر میں حضرت خواجہؒ بدایوں سے دہلی آ گئے۔

دہلی میں طالب علمی

آپ نے دہلی آ کر طالب علمی کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ مدت تین چار سال کی تھی' دہلی میں اس وقت بڑے نامور

> عمر مبارک 80 برس ہوئی تو ایک روز فرمایا ''میں نے خواب میں آنحضرتؐ کی زیارت کی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نظام! ہم کو تمہارا بڑا اشتیاق ہے''

اساتذہ جمع تھے۔ یہ سلطان ناصر الدین محمود کا عہد حکومت اور غیاث الدین بلبن کا عہد وزارت تھا اور مولانا شمس الدین خوارزمی جو کہ مستوفی الممالک ہو کر شمس الملک کے لقب سے مشہور روزگار ہوئے استاذ الاساتذہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ سلطنت کے نام سے ایک اہم ترین عہدے کی ذمہ داری اور مشغولیت کے ساتھ اس زمانے کے علماء کی طرح درس وتدریس کا مشغلہ بھی جاری تھا' حضرت خواجہؒ ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔

حدیث کی اجازت

آپؒ نے حدیث اپنے زمانہ کے مشہور محدث شیخ محمد الماریکلی مشہور کمال الدین زاہد (م 684ھ) سے پڑھی جو مصنف مشارق الانوار علامہ حسن ابن محمد الصغانی کے براہ راست شاگرد تھے۔ فقہ میں ان کو بیک واسطہ صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین المرغینانی سے تلمذ تھا' آپ نے ان سے ''مشارق الانوار'' کا درس لیا اور حدیث کی اجازت حاصل کی۔

والدہ کا یقین و توکل

حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں:- ایک دن نیا چاند دیکھ کر والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا' قدمبوسی کی اور نئے چاند کی مبارکباد معمول کے مطابق پیش کی فرمایا کہ:- آئندہ مہینہ کے چاند کے موقع پر کس کی قدمبوسی کرو گے؟ میں سمجھ گیا کہ انتقال کا وقت قریب ہے' میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا میں نے کہا کہ:- مخدومہ! مجھ غریب کو آپ کس کے سپرد کرتی ہیں؟ فرمایا:- اس کا کل جواب دوں گی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس وقت کیوں نہیں جواب دیتیں۔ یہ بھی فرمایا کہ: جاؤ آج رات شیخ نجیب الدین کے یہاں رہو' ان کے فرمانے کے مطابق میں وہاں گیا۔ آخر شب میں صبح کے قریب خادمہ دوڑتی ہوئی آئی کہ بی بی تم کو بلا رہی ہیں۔ میں ڈرا اور میں نے پوچھا خیریت ہے؟ کہا ہاں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ:- کل تم نے مجھ سے ایک بات پوچھی تھی۔ میں نے اس کا جواب دینے کا وعدہ کیا تھا اور میں اس کا جواب دیتی ہوں' غور سے سنو! فرمایا تمہارا دایاں ہاتھ کون سا ہے' میں نے ہاتھ سامنے کر دیا۔ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: خدایا! اس کو تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ کہا اور جاں بحق تسلیم ہوئیں' میں نے اس پر خدا کا بہت شکر کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر والدہ سونے اور موتیوں سے بھرا ہوا ایک گھر چھوڑ کر جاتیں تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔

ایک تمنائے خام

اس وقت دارالحکومت دہلی کی پوری فضا خاص طور پر طلبہ اور علماء کے حلقے قضا وافتاء کے تذکروں' ان مناصب پر علماء کی تقرری اور قاضیوں اور مفتیوں کے جاہ وجلال اور دولت وثروت کے قصوں سے معمور وگرم تھے۔ حضرت خواجہؒ اپنی فطری سعادت اور اعلیٰ روحانی استعداد کے باوجود اس وقت کم سن اور نوجوان تھے۔ علمی امتیاز اور معاشی تنگ حالی کے ساتھ اگر ان کے دل میں بھی کسی جاہ ومنصب کا ولولہ اور امنگ پیدا ہوتی تو فطرت انسانی کے کچھ خلاف نہیں۔ آپ نے ایک دن شیخ نجیب متوکل سے عرض کیا کہ دعا کیجئے کہ میں قاضی ہو جاؤں۔ شیخ نجیب الدین خاموش رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ حضرت خواجہ سمجھے کہ انہوں نے سنا نہیں۔ دوبارہ ذرا بلند آواز سے فرمایا کہ:- دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ کہیں کا قاضی ہو جاؤں۔ شیخ نے فرمایا: قاضی مت ہو کچھ اور چیز ہو۔

اجودھن کی پہلی حاضری

حضرت خواجہؒ اجودھن حاضر ہونے سے پہلے دہلی میں شیخ کبیرؒ کے برادر حقیقی خواجہ نجیب الدین متوکل سے متعارف ہو چکے تھے اور کچھ عرصہ ان کے ساتھ رہنا بھی ہوا تھا' ان کی صحبت اور گفتگو نے شیخ کبیرؒ کے ساتھ محبت کی اس چنگاری میں جو کمسنی اور بدایوں کے قیام ہی سے طبیعت میں ودیعت تھی' اشتعال وحرکت پیدا کر دی۔ آپ نے شیخ کبیرؒ کی خدمت میں حاضری کا عزم کر لیا اور بالآخر ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

طالب یا مطلوب؟

اپنی اس ملاقات اور پہلی حاضری کا حال خود ہی بیان فرمایا' ارشاد ہوا کہ میں جب شیخ کبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

میں نے چاہا کہ پائے بوسی کے اشتیاق کو جو عرصہ

> سلطان قطب الدین نے بدخواہوں کی باتوں میں آ کر آپ کو نذرانے پیش کرنے پر پابندی عائد کر دی تاکہ آپؒ کا دسترخوان نہ چلے لیکن اس کے باوجود آپ کا دسترخوان پہلے سے دوگنا وسیع ہو گیا

دراز سے بے چین کئے ہوئے تھا ذرا تفصیل سے بیان کروں' لیکن شیخ کے رعب وجلال سے زبان اور قوت گویائی نے ساتھ نہ دیا' اتنا ہی کہہ سکا کہ قدمبوسی کا سخت اشتیاق تھا۔ شیخ نے جب دیکھا کہ میں اتنا مرعوب ہوں تو فرمایا:- لِکُلِّ دَاخِلٍ دَهْشَةٌ ''ہر نئے آنے والے پر رعب طاری ہوتا ہی ہے۔''

مرید کی خاطر

شیخ کبیرؒ نے حضرت خواجہ کی بڑی خاطر فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ اس پردیسی طالب علم کے لئے جماعت خانہ میں چارپائی بچھائی جائے۔ حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ جب چارپائی بچھ گئی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ہرگز اس چارپائی پر آرام نہ کروں گا۔ کتنے معزز مسافر' کتنے حافظ کلام اللہ' کتنے عاشقان خدا زمین پر سو رہے ہیں' میں چارپائی پر کیسے لیٹوں؟ یہ خبر منتظم خانقاہ مولانا بدرالدین اسحٰق کو پہنچی' انہوں نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ تمہیں اپنے دل کی کرنا ہے یا شیخ کے ارشاد کی تعمیل؟ میں نے عرض کیا کہ شیخ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا' فرمایا کہ جاؤ چارپائی پر سوؤ۔

بیعت

اسی حاضری میں کسی وقت حضرت خواجہؒ جس ارادے سے آئے تھے اس کی تکمیل کی اور شیخ کبیرؒ سے بیعت ہو گئے اس وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔

اجودھن سے دہلی کو

خواجہ نظام الدینؒ اب اپنے مرشد و مربی سے رخصت ہو کر ہندوستان کی تسخیر روحانی اور خلق خدا کے ارشاد و تربیت اور تبلیغ و ہدایت کی عظیم و مقدس مہم پر روانہ ہوئے۔ یہ ایک فقیر بے نوا تھا جو ہندوستان بلکہ ساتویں صدی ہجری کے عالم اسلام کی سب سے مستحکم اسلامی دارالسلطنت کو جا رہا تھا۔ اس کے پاس اخلاق، اعتماد علی اللہ اور استغنا عن الخلق کے سوا کوئی زادِ راہ اور ہتھیار و سلاح نہ تھا۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے خوب لکھا ہے:-

''والدہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا ''خدایا! اس کو تیرے سپرد کرتی ہوں'' اور اس کے ساتھ ہی ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔''

''ہندگیری کی مہم پر اجودھن سے ہند کے دارالسلطنت دہلی کی طرف روانہ ہوتے ہیں جہاں نیچے سے اوپر تک بیشمار جھوٹے الٰہ پر جمائے بیٹھے ہیں، ان میں وہ بھی ہے جس کی زبان کی معمولی حرکت لوگوں کے تن سر سے جدا کر دیتی ہے۔ وہ بھی ہیں جن کی نیاز مندی خاک سے اٹھا کر لوگوں کو امارت و دولت کے افلاک تک پہنچا رہی ہے۔ گلی گلی میں عزت تقسیم ہو رہی ہے، مناصب بٹ رہے ہیں، روپے لٹائے جا رہے ہیں۔ گودیں بھر رہی ہیں اور جن جن ذرائع سے یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں سلطان المشائخؒ سب سے لیس ہیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اجودھن جانے سے پہلے دہلی کی علمی محفلوں کی محفل شکنی میں ان کی عام شہرت ہو چکی ہے، کچھ نہیں تو قضا کے عہدے سے لیکر شیخ الاسلامی و صدر جہانی کی خدمات تک کی ساری راہیں اپنے سامنے کھلی پا رہے ہیں، لیکن اب خالق کی صورت میں جو الٰہ ان کو مل چکا تھا، سینہ اُسی کے وزن سے اتنا معمور تھا کہ کسی مخلوق کی کوئی گنجائش ان کے قلب میں باقی نہ تھی۔ قلب کی اسی کیفیت کی تعبیر تھی جس کا اظہار وہی کبھی کبھی ان مشہور تیز الفاظ میں فرمایا کرتے تھے:-

ایمان کس تمام نہ شود تا ہمہ خلق
در نزد یکیٔ اُو ہم چو پشک شتر نہ نماید

تصفیۂ حقوق

شیخ کبیرؒ نے ارادت و خلافت کے ساتھ کئی بار یہ تاکید کی تھی کہ مخالفین کو خوش کرنے کی پوری کوشش کرنا اور اہل حقوق کو راضی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا۔ خواجہؒ فرماتے ہیں کہ میں جب دہلی چلا تو یاد آیا کہ مجھے 20 جیتل (جیتل یا چیتل تانبہ کا ایک سکہ تھا' ایک تنکہ کے (روپیہ) 64 چیتل) ایک شخص کے دینے ہیں اور ایک کتاب میں نے کسی سے مستعار لی تھی وہ کھو گئی ہے، میں نے بداؤں کے قیام میں یہ عزم کر لیا تھا کہ جب دہلی پہنچوں گا تو ان اہل معاملہ کو راضی کرنے کی کوشش کروں گا' جب میں اجودھن سے دہلی واپس آیا تو جس شخص کے بیس جیتل مجھے دینے تھے وہ بزاز تھا' میں نے اس سے کپڑا خریدا تھا' کسی وقت بیس جیتل میرے پاس جمع نہیں ہوئے کہ میں اسکو پہنچا دیتا' معاش کی بڑی تنگی تھی' کبھی پانچ جیتل ہاتھ آئے' کبھی دس' ایک مرتبہ دس جیتل ملے میں اُس بزاز کے دروازہ پر پہنچا' اسکو آواز دی' وہ باہر آیا تو میں نے اس سے کہا کہ تمہارے بیس جیتل میرے ذمہ ہیں' ایک مرتبہ تو مجھے دینے کی قدرت نہیں' یہ دس جیتل لایا ہوں' اس کو لے لو' دس انشاءاللہ اسکے بعد پہنچا دوں گا۔ اس شخص نے یہ سنکر کہا کہ ہاں معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمانوں کے پاس سے آ رہے ہو' اس نے وہ دس جیتل تو لے لئے اور کہا کہ میں نے دس جیتل معاف کئے۔

اس کے بعد میں اس شخص کے پاس گیا جس کی کتاب میں نے لی تھی' اس نے مجھے پہچانا نہیں' میں نے کہا کہ صاحب میں نے آپ سے ایک کتاب مستعار لی تھی' وہ کھو گئی' اب میں اس کی نقل تیار کر کے آپ کو دوں گا' میں بالکل اسی طرح لکھوا کر آپ کو پہنچا دوں گا۔ اس شخص نے کہا کہ ہاں تم جہاں سے آ رہے ہو وہاں کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے' اسکے بعد اس نے کہا کہ میں نے وہ کتاب تم کو بخشی۔

دہلی کی قیام گاہیں

خواجہ صاحبؒ اہل دہلی بلکہ اہلِ ہند کی خدمت کے لئے جب دہلی پہنچے تو باوجود اس کے کہ دہلی کا کوچہ کوچہ محلوں اور ایوانوں سے آباد تھا اور روز نئی نئی عمارتیں بن رہی تھیں' خواجہ صاحبؒ کے قیام کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا' جب تک کہ غیاث پور کا قیام اختیار نہیں فرمایا' آپ نے اتنی قیام گاہیں اختیار کیں اور اتنے مقامات تبدیل کئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں اس فقیر کے لئے اپنا درویشانہ سامان رکھنے اور اپنا بوریہ بچھانے کے لئے جگہ نہیں تھی۔ سیرالاولیاء کے مصنف میر خوردؒ اپنے والد سید مبارک محمد کرمانی کی زبانی جو حضرت خواجہؒ کے دوست اور رفیق تھے' اس نقل مکانی کی تفصیل بیان کرتے ہیں جو ناظرین کی عبرت کے لئے یہاں نقل کی جاتی ہے۔ سید مبارک محمد کرمانی فرماتے ہیں:-

''جتنے سال سلطان المشائخؒ شہر دہلی میں رہے کوئی مکان آپ کی ملکیت میں نہ تھا اور ساری عمر آپ نے کوئی جگہ اپنے اختیار سے انتخاب نہیں فرمائی۔ جب آپ بداؤں سے آئے تو سرائے میاں بازار میں جس کو نمک کی سرائے بھی کہتے ہیں' اُترے' والدہ اور ہمشیرہ کو وہیں رکھا اور خود ایک قواس (کمان گر) کی بارگاہ میں جو سرائے مندہ کے سامنے تھی' مقیم ہوئے۔ امیر خسروؒ کا بھی اسی محلہ میں مکان تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد راوت عرض کا مکان خالی ہوا' راوت لڑکے علاقوں میں چلے گئے۔ امیر خسرو کی معرفت جو راوت عرض کے نواسے تھے' سلطان المشائخؒ کو یہ مکان قیام کے لئے مل گیا' آپ دو سال اس مکان میں رہے' یہ مکان شہر پناہ کے متصل مندہ دروازہ و مندہ پل کے نزدیک اس طرح سے کہ شہر پناہ کا برج اس عمارت کے اندر آ گیا تھا' مکان کے ایوان و رواق بڑے بلند اور شاندار تھے' اس عرصہ میں راوت عرض کے لڑکے آ گئے' سلطان المشائخؒ کو اس مکان سے منتقل ہونا پڑا' آپ کی کتابیں جن کے سوا کوئی اور سامان نہ تھا ہم سروں پر رکھ کر چھپر والی مسجد میں (جو سراج بقال کے سامنے تھی) لے آئے۔ دوسرے روز سعد کاغذی نے جو شیخ صدرالدین کے مریدین میں تھے' یہ قصہ سنا اور سلطان المشائخؒ کے پاس آ کر بڑی عزت و توقیر اور خوشامد سے اپنے مکان پر لے گیا۔ بالاخانہ پر ایک بہت اچھی بارگاہ بنی ہوئی تھی' وہاں آپ کو ٹھہرایا۔ سلطان المشائخؒ ایک مہینہ وہاں ٹھہرے' اسکے بعد وہاں سے بھی اُٹھے' رکابدار کی

''سلطان علاؤالدین کے اصرار پر آپ نے فرمایا' اس فقیر کے گھر میں دو دروازے ہیں' بادشاہ ایک دروازے سے آئے گا تو میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا''۔

سرائے میں جو قیصر پل کے متصل تھی۔ سرائے کے درمیان ایک مکان تھا' وہاں مقیم ہوئے۔ ایک رات کے بعد وہاں سے بھی منتقل ہو کر شادی گلابی کے مکان میں جو محمد میوہ فروش کی دو کانوں کے درمیان واقع تھا' قیام اختیار کیا۔ اس درمیان میں شمس الدین شراب دار کے لڑکے اور اعزہ جو آپ کے معتقد تھے آپ کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ شمس الدین شراب دار کے مکان میں لے آئے۔ کئی سال سلطان المشائخ اس مکان میں رہے۔ اس مکان میں بڑی راحت اور سکون خاطر میسر آیا۔"

فقر و فاقہ

خواجہ صاحب دہلی تشریف لائے تو ابتلا و تربیت کا وہ دور شروع ہوا جو اس راہ کے ان سالکوں کو جو آگے چل کر مرجع خلائق و سرچشمۂ فیوض بنتے ہیں عادتاً پیش آیا کرتا ہے' یہ وہ وقت تھا کہ سارے ہندوستان کی دولت اور زر و جواہر دہلی اُمنڈ کر آ رہے تھے اور ارزانی کا یہ عالم تھا کہ ایک جیتل میں دو سیر میدے کی پکی پکائی روٹیاں مل جاتی تھیں اور دو جیتل میں ایک من خربوزہ آ جاتا تھا' لیکن خواجہ صاحب کے فقر و فاقہ کا یہ حال تھا کہ فرماتے ہیں کہ:- میرے پاس ایک دانگ بھی نہ ہوتا کہ اس سے میں روٹیاں خرید کر خود کھاؤں اور والدہ و ہمشیرہ اور گھر کے ان لوگوں کو کھلاؤں جو میری کفالت میں تھے' خربوزہ کی اس ارزانی و فراوانی کے باوجود پوری پوری فصل گذر جاتی اور خربوزہ چکھنا نصیب نہ ہوتا لیکن اپنے اس حال میں خوش رہتا اور آرزو کرتا کہ جتنی فصل باقی ہے وہ بھی گذر جائے اور میں اسی حال میں رہوں۔

غیاث پور کا قیام

فوائد الفواد میں ہے کہ ایک روز آپ نے شہر کے شور و شر کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ ابتدائی زمانہ میں بھی میرا شہر میں دل نہیں لگتا تھا۔ ایک روز قتلغ خاں کے حوض پر تھا' ان دنوں میں قرآن مجید یاد کر رہا تھا' وہاں ایک درویش یادِ خدا میں مشغول تھا۔ میں اسکے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں؟ انہوں نے کہا:- ہاں! میں نے کہا: اپنی مرضی سے اس شہر میں رہتے ہیں؟ اس نے کہا: یہ بات تو نہیں ہے۔ اسکے بعد اس درویش نے واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک اچھے درویش کو دیکھا' بیرون کمال دروازہ' اس احاطہ میں جو لب خندق ہے' اس دروازے کے قریب ایک بلند زمین ہے جس پر شہداء کی چار دیواری بنی ہوئی ہے' وہ درویش بیٹھا ہوا ہے۔ اس درویش نے مجھ سے کہا کہ اگر ایمان کی خیر چاہتے ہو تو اس شہر سے چلے جاؤ۔ میں نے اسی وقت سے اس شہر سے چلے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ لیکن موانع پیدا ہوتے رہے۔ آج

آپ بادشاہ سے ملاقات نہ کرنے کے اصول پر سختی سے کاربند تھے

وفات سے بیشتر آپؒ نے اپنی ہر چیز راہ خدا میں صدقہ دے دی

40 دن تک آپؒ نے کھانا نہیں کھایا اور نہ کلام کیا

پچیس سال ہو گئے کہ میرا ارادہ باقی ہے لیکن جانے کی نوبت نہیں آتی۔ حضرت خواجہؒ نے یہ حکایت بیان کرکے فرمایا کہ میں نے جب اس درویش کی یہ بات سنی تو اپنے دل میں طے کر لیا کہ میں اس شہر میں نہ رہوں گا۔ کئی جگہ کا خیال آتا تھا کہ میں وہاں چلا جاؤں۔ کبھی دل میں آتا تھا کہ قصبہ پٹیالی چلا جاؤں' وہاں ان دنوں ایک ترک تھا۔ کبھی دل کرتا تھا کہ بسنالہ جاؤں' وہ ایک پاک صاف جگہ ہے' چنانچہ وہیں چلا گیا' تین روز وہاں رہا' کوئی مکان نہیں ملا نہ کرایہ کا نہ بقیمت' ان تین دنوں روزانہ کسی ایک کا مہمان رہتا تھا' جب

"جب کبھی گھر میں فاقہ ہوتا تو والدہ فرماتیں کہ آج ہم خدا کے مہمان ہیں' یہ سن کر مجھے بڑا ذوق آتا"

وہاں سے واپس آیا تو یہی خیال لگا رہا۔ ایک روز حوض رانی کی طرف گیا ہوا تھا' وہاں ایک باغ میں جس کو "باغ حیرت" کہتے ہیں' اللہ سے مناجات کی۔ طبیعت متوجہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ خداوندا! میں اس شہر سے چلا جانا چاہتا ہوں' لیکن کوئی جگہ اپنی مرضی سے اختیار نہیں کروں گا جہاں آپ کی مرضی ہو وہاں چلا جانا چاہتا ہوں' اس درمیان میں ایک غیبی آواز "غیاث پور" کے نام کی آئی۔ میں نے کبھی غیاث پور دیکھا نہیں تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ غیاث پور کہاں ہے' میں نے جب آواز سنی تو ایک دوست کے پاس گیا۔ وہ دوست ایک نیشاپوری نقیب تھا' جب میں اس کے گھر گیا اور اس سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ غیاث پور گیا ہوا ہے' میں نے اپنے دل میں کہا کہ وہی غیاث پور ہے' الغرض غیاث پور آیا' اس وقت تک یہ مقام ایسا آباد نہیں تھا' ایک غیر معروف جگہ تھی' آدمی بھی کم تھے۔ میں آیا' میں نے وہاں سکونت اختیار کر لی' جب کیقباد نے کیلوکھری کو اپنی فرودگاہ بنایا تو وہاں ہجوم خلائق ہوا۔ امراء اور اعیان [illegible] اور ان کے متعلقین کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ جب میں نے یہ اژدھام دیکھا تو اپنے دل میں کہا کہ اب یہاں سے بھی چلے جانا چاہئے۔ اسی خیال میں تھا کہ ایک بزرگ [illegible] جو میرے استاد بھی تھے' شہر میں انتقال ہوا' میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب میں ان کی فاتحہ میں جاؤں گا تو پھر کسی طرف کا قصد کروں گا' اپنے دل میں اس کو طے کر لیا۔ اسی روز نماز عصر کے وقت ایک جوان آیا حسین لیکن نحیف' خدا جانے مردانِ غیب میں سے تھا یا کون تھا' اس نے آتے ہی مجھے خطاب کرکے یہ شعر پڑھا۔

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی
کہ انگشت نمائے جہاں خواہی شد

(جس روز خدا نے تم کو چاند بنایا تھا' اسی روز سمجھنا چاہئے تھا کہ ساری دنیا کی انگلیاں تمہاری طرف اٹھیں گی)

حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس نے کچھ اور باتیں بھی کہیں جس کو میں نے لکھ لیا' اسکے بعد اس نے یہ کہا کہ پہلے آدمی کو مشہور نہیں ہونا چاہئے اور جب کوئی شخص مشہور ہو جائے تو پھر ایسا بننا چاہئے کہ کل روزِ قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ یہ کیا ہمت و حوصلہ ہے کہ خلق خدا سے بھاگ کر گوشہ گیری اختیار کی جائے اور یادِ خدا میں مشغول ہو جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ قوت و حوصلہ کی بات تو یہ ہے کہ مخلوق کے باوجود یادِ خدا میں مشغول ہو۔ جب اس نے اپنی بات ختم کی تو میں نے کچھ کھانا لا کر اسکے سامنے رکھا۔ اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا' اسی وقت میں نے اپنے دل میں نیت کی کہ میں یہیں رہوں گا جب میں نے یہ نیت کر لی تو اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور چلا گیا۔

رجوع عام

غیاث پور کے دورانِ قیام میں خلق خدا اور طالبین کا

رجوع شروع ہوا اور فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔

تذکروں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ غیاث پور میں کتنی مدت گزرنے کے بعد آپ کی ذات بابرکات کو مرجعیت اور غیاث پور کی خانقاہ کو شہرت عام حاصل ہوئی۔ اتنا پتہ چلتا ہے کہ غیاث پور کا قیامِ اختیار کرنے کے بعد بھی ایک عرصہ تک عسرت اور بے اسبابی کا دور گذرا' یہاں تک کہ ایک عرصہ تک آپ سخت گرمیوں اور لو دھوپ کے زمانہ میں جامع مسجد کو جو خاصہ فاصلہ پر تھی جمعہ کے دن پیادہ پا تشریف لے جاتے تھے' یہاں تک کہ اس ''عسر'' کے بعد ''یسر'' کا دور آ گیا اور وہ رجوع عام شروع ہوا کہ اسکے سامنے

آپ کے دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے وافر مقدار میں ہر امیر و غریب کے لیے چنے جاتے' کھانا کھانے والے بعد میں اپنے ساتھ بھی کھانا لے جاتے

سلاطین دہلی کے درباروں کی عظمت ماند پڑ گئی۔

فقیر کا شاہی دستر خوان

خود دائم الصوم تھے' لیکن دونوں وقت شاہی دستر خوان لگتا اور انواع و اقسام کے کھانے وافر مقدار میں چنے جاتے' امیر و غریب' شاہ و گدا' شہری و پردیسی' صالح و گناہگار کسی کی تفریق نہ تھی' سب ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھاتے' لے جانے کی بھی اجازت تھی۔ بعض لوگ کھاتے اور باندھ کر بھی لے جاتے' یہ شاہی دستر خوان اپنی نوعیت میں یکتا تھا۔ اسی دستر خوان پر بیٹھ کر سیکڑوں ہزاروں غرباء کو وہ کھانے نصیب ہوتے جن کے اُنہوں نے نام ہی سنے تھے' بڑے بڑے امراء دربار اور اعیان سلطنت کو بھی اس دستر خوان پر حاضری کی آرزو ہوتی تھی اور اس کھانے کی لذت کو وہ یاد کرتے تھے' ہدایت وارشاد اور سلوک و تربیت کے فیض عام کے علاوہ جس کا ہر وقت دروازہ کھلا رہتا تھا حضرت خواجہؒ کا یہ بھی فیض تھا جو دلی میں اپنی پوری روانی کے ساتھ جاری تھا اور جو ہزاروں بندگانِ خدا کی پرورش کا ذریعہ تھا۔

سلاطین عہد سے بے تعلقی

سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد سلطنتِ ہندوستان کی دینی رہنمائی بلکہ سلطنت اسلامی کی تاسیس' اسلامی معاشرہ کی اصلاح اور اس میں روحانیت و انابت کی روح پھونکنے کے ساتھ ساتھ ابتداء ہی سے سلاطین وقت سے بے تعلقی کے اصول پر پڑی تھی اور اس سلسلہ کا ایک شعار اور مشائخ چشتیہ کا مقدس ترکہ اور امانت بن گئی تھی۔ مشائخ چشت نے اس ''شیشہ و آہن'' کو جمع کرنے میں اپنا پورا کمال دکھا دیا تھا۔ ایک طرف وہ دربار کے غلط رجحانات کی اصلاح اور وقت کے فتنوں کے استیصال سے غافل اور غم اسلام سے خالی اور اس ملک میں مسلمانوں کے مستقبل سے بے فکر نہ تھے' دوسری طرف وہ ایک اصول اور عقیدے کے طور پر یہ طے کر چکے تھے کہ ان کو دربار سے براہ راست کوئی تعلق رکھنا نہیں ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے لیکر خواجہ نظام الدینؒ تک یہ گویا ایک طے شدہ حقیقت تھی کہ ان کو دربار میں جانا ہے اور نہ سلاطین وقت سے ملاقات کرنی ہے' اس اصول پر یہ سب حضرات سختی سے کاربند رہے' اس کا نتیجہ تھا کہ سیاست کے خارزار میں ان کا دامن کبھی نہیں اُلجھا اور انقلاباتِ سلطنت کا ان مرکزوں اور ان کی سرگرمیوں پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ ان کا اخلاص' ان کی بے لوثی اور بے غرضی تمام سیاسی اختلافات کے باوجود مسلم رہی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں سب سے طویل عرصہ تک اس سلسلہ کو اپنا کام جاری رکھنے اور ہندوستان پر اثر انداز ہونے کا موقع ملا اور شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ اس سلسلہ کو قبول عام اور بقائے دوام حاصل ہوا۔

حضرت شیخ نظام الدینؒ جب سے شیخ کبیرؒ کے پاس سے ہندوستان کی تسخیر روحانی اور تبلیغ وارشاد پر مامور ہو کر آئے تھے' دہلی کے تخت پر یکے بعد دیگرے پانچ بادشاہ بیٹھے اور اُنہوں نے بڑے جاہ و جلال کیساتھ سلطنت کی' لیکن سوائے ایک موقع کے جبکہ دینی ضرورت درپیش تھی (سماع کی حلت و حرمت کی مجلس مناظرہ) وہ کبھی نہ دربار میں گئے اور نہ بادشاہِ وقت کو اپنے یہاں آنے کی اجازت دی۔ غیاث الدین بلبن کے عہد سلطنت میں ان کا آفتاب شہرت و قبولیت نصف النہار پر نہیں پہنچا تھا' اس لئے غیاث الدین کو ان کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ معز الدین کیقباد لہو ولعب اور سیر و شکار میں مشغول رہا۔

جلال الدین خلجی پہلا بادشاہ تھا جو صاحب علم و حلم' جوہر شناس' اور ارباب کمال کا قدردان تھا اور حضرت خواجہؒ کی شہرت بھی اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ جلال الدین نے کئی بار حاضری کی اجازت چاہی' لیکن کبھی منظور نہیں ہوئی۔ آخر سلطان نے امیر خسروؒ کے ساتھ (جو سلطان کے مصحف بردار تھے) یہ منصوبہ بنایا کہ ایک مرتبہ بلا اطلاع حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جانا ہے۔ امیر خسروؒ نے مناسب جانا کہ اپنے مرشد کو اس کی اطلاع دے دی جائے' اس لئے کہ اگر میں نے اسکی اطلاع نہ دی تو شاید میرے حق میں یہ اچھا نہ ہو' اگرچہ بادشاہ نے اس بارے میں امیر خسروؒ کو اپنا رازدار بنایا تھا لیکن اپنے مرشدؒ سے رازداری امیر خسروؒ کو مناسب نہ معلوم ہوئی۔ امیر نے حضرت خواجہؒ سے جا کر عرض کیا کہ کل بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ حضرت خواجہ نے یہ سنتے ہی اپنے مرشد کی قبر کی زیارت کی نیت سے اجودھن کا رخ فرمالیا اور روانہ ہو گئے۔ بادشاہ کو جب اسکی اطلاع ملی تو امیر خسروؒ پر ناراض ہوا کہ تم نے میرا راز فاش کر دیا اور حضرت خواجہؒ کی قدمبوسی کی سعادت سے محروم کر دیا۔ امیر خسروؒ نے کہا کہ بادشاہ کی رنجش سے جان جانے کا خوف تھا' لیکن مرشدؒ کی رنجش سے سلب ایمان کا خوف تھا۔ بادشاہ حلیم و فرزانہ تھا اس نے اس جواب کو پسند کیا اور خاموش ہو گیا۔

سلطان علاؤ الدین کا امتحان اور عقیدت

سلطان علاؤ الدین خلجی جو ہندوستان قدیم کا سب سے باجبروت اور اقبال مند بادشاہ اور سکندر ثانی [illegible] اپنے چچا جلال الدین کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا۔ ابتدا [illegible] کو

حضرت خواجہؒ کی والدہ محترمہ بے [illegible] صالحہ خاتون تھیں' اُنہوں نے آپؒ کی تربیت مردانہ ہمت اور پدرانہ شفقت کے ساتھ کی

حضرت خواجہؒ سے نہ کوئی خاص عقیدت تھی نہ تنفر تھا' بعض لوگوں نے سلطان کو حضرت خواجہؒ کی طرف سے بدگمان کرنے کی کوشش کی اور ان کی مقبولیت اور رجوع عام سے سلطنت کیلئے خطرات ثابت کئے۔ سلطان علاؤ الدین نے امتحاناً ایک عریضہ آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے اور ولی عہد خضر خاں کے ہاتھ بھیجا جس میں آپ سے انتظام سلطنت کے بارے میں مشورے اور نصائح کی درخواست کی گئی تھی'

جب خضر خاں یہ خط لیکر خواجہؒ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے وہ کاغذ ہاتھ میں لے لیا اور اس کا مضمون بھی نہیں پڑھا۔ حاضرین مجلس سے فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں' اسکے بعد ارشاد ہوا کہ درویشوں کا بادشاہوں سے کیا کام؟ میں ایک فقیر آدمی ہوں' شہر کا ایک گوشہ اختیار کر رکھا ہے' بادشاہ اور مسلمانوں کیلئے دعا گوئی میں مشغول ہوں' اگر اس وجہ سے بادشاہ کو مجھ سے تعرض کرنا ہے میں یہاں سے بھی چلا جاتا

20 برس کی عمر میں ہی آپ حضرت شیخ کبیرؒ سے بیعت ہو گئے

آپؒ کی خانقاہ کے سامنے سلاطین دہلی کے درباروں کی عظمت ماند پڑ گئی

ہوں' اللہ کی زمین وسیع ہے سلطان علاؤالدین اس جواب سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ حضرت خواجہؒ کو امور سلطنت و سیاست کوئی سرکار نہیں' لیکن بدخواہ چاہتے ہیں کہ مجھے مردانِ خدا سے لڑا دیں اور اس طرح ملک تباہ ہو جائے۔

بادشاہ کے آنے سے معذرت

سلطان نے حضرت خواجہؒ سے بڑی معذرت کی اور کہلوایا کہ "میں آں مخدوم کا معتقد ہوں مجھ سے گستاخی ہوئی' معاف کیا جائے اور حاضری کی اجازت دی جائے کہ قدمبوسی کی سعادت حاصل کروں۔" حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا کہ:۔ "آنے کی حاجت نہیں' میں غائبانہ دعا کرتا ہوں اور غائبانہ دعا بڑی مؤثر ہوتی ہے"۔

گھر کے دو دروازے

سلطان نے اس کے بعد بھی ملاقات کیلئے بڑا اصرار کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس فقیر کے گھر میں دو دروازے ہیں' بادشاہ ایک دروازے سے آئے گا تو میں دوسرے دروازے سے باہر چلا جاؤں گا۔

غم اسلام

اگرچہ علاؤالدین' حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا' لیکن اس کو آپ سے برابر عقیدت رہی اور وہ مہماتِ سلطنت اور فکر و تردد کے موقع پر حضرت خواجہؒ سے رجوع کرتا رہا۔ ایسے موقع پر آپ سے دعا کی درخواست کرتا اور آپ اہتمام کے ساتھ دعا فرماتے۔

سلطان قطب الدین کی مخالفت اور اُسکا قتل

سلطان علاؤالدین کے بعد اس کا دوسرا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ' ولی عہد سلطنت خضر خاں کو محروم و مکحول کر کے غاصبانہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔

"خضر خاں چونکہ حضرت والا کا مرید تھا اور وہی علاؤالدین کا ولی عہد تھا جس سے قطب الدین نے حکومت غصب کی تھی' اس لئے قطب الدین حضرتؒ سے بھی ناراض رہتا تھا' اس نے اپنی ایک نئی جامع مسجد "جامع میری" کے نام سے بنوائی تھی اور تمام مشائخ وعلماء کو حکم تھا کہ اسی میں آ کر نماز جمعہ ادا کریں۔ سلطان المشائخ نے کہلا بھیجا کہ: ہمارے قریب ایک مسجد ہے' اس کا حق زیادہ ہے' ہم وہیں نماز پڑھیں گے اور وہ جامع میری نہیں گئے۔ بادشاہ سخت برافروختہ ہوا۔ اسی کے ساتھ ہر نوچندی کو اعیان اور مشاہیر شہر دربار شاہی میں پیش ہو کر نذر گزارتے تھے' سلطان المشائخ اس تقریب میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے' ادائے رسم کیلئے اپنے خادم اقبال کو بھیج دیتے تھے۔ اس سے بھی وہ برہم تھا' اس نے اپنے تمام امراء و وزراء کو حکم دیا کہ:۔ کوئی شیخ کی زیارت کے لئے غیاث پور نہ جائے

نوچندی کی حاضری پر اصرار کا قصہ سب سے آخر میں پیش آیا۔ قطب الدین نے بھرے دربار میں اعلان کیا کہ:

> آپؒ دہلی میں نہیں رہنا چاہتے تھے چنانچہ ایک روز اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو غیب سے "غیاث پور" چلے جانے کی آواز آئی۔

"اگر در غرۂ ماہ آئندہ نیامد بیاریم چنانکہ دانیم۔" گویا کہ یہ اسکی دھمکی تھی کہ بزور حکومت دربار میں گھسٹوا کر بلواؤں گا۔ شاید قتل ہی کا ارادہ ہو۔ سلطان جی کو بادشاہ کے اس عزم مصمم کی خبر پہنچی۔ سلطان المشائخ ہیچ نگفت۔ اب مہینہ ایک ایک دن کر کے ختم ہوتا جا رہا تھا۔ "ہر چند ماہ نزدیک رسید التفاتِ مخلصاں را روئے بیشتری داد" (مہینہ جتنا نزدیک آ رہا تھا اہل تعلق کا فکر و تردد بڑھتا جا رہا تھا) چاند مغرب کے بعد دیکھا گیا' کل پہلی تاریخ ہے' شہر کے اعیان و امراء دربار میں جائیں گے' لیکن سلطان المشائخ یہی طے کئے ہوئے ہیں کہ میں نہیں جاؤں گا۔ قطب الدین یہ فیصلہ کئے ہوئے ہے کہ:۔ اگر نیامد بیاریم چنانکہ دانیم"۔ "صرف شب درمیان است۔" دلی میں کھلبلی مچی ہوئی ہے' دنیا اور دین کے دو بادشاہوں کا کل معرکہ ہے۔ رات گذرنے بھی نہ پائی کہ:۔ ہم دریں شب ماہ بلائے از آسمان بر جان بادشاہ نازل شد" (اسی شب ماہ میں بادشاہ کی جان پر آفت آسمانی نازل ہوئی) یعنی خسرو خاں نے بادشاہ کے سر کے بال پکڑے' دونوں باہم دست و گریبان ہوئے۔ خسرو خاں نے سلطان کے پہلو کو خنجر سے چیر کر زمین پر ڈال دیا اور اس شامت زدہ کا سر تن سے جدا کر کے بامِ ہزار ستون سے نیچے زمین پر پھینک دیا۔"

غیبی لنگر

اسی زمانہ میں جب سلطان قطب الدین کی طرف سے اس بات کی خاص روک تھام تھی کہ امراء دربار اور اعیان سلطنت کی طرف سے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں کوئی نذر پیش نہ ہونے پائے' تا کہ دیکھا جائے کہ شاہانہ لنگر خانہ کس طرح چلتا ہے' آپ نے خاص طور پر تاکید فرما رکھی تھی کہ اس زمانہ میں کھانا زیادہ پکایا جائے اور دسترخوان وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ نے فرمایا:۔

"ایک بار سلطان قطب الدین کو کسی بدخواہ نے کہا کہ شیخ ہماری فتوحات قبول نہیں کرتے اور امراء و سرداروں کی لائی ہوئی فتوحات قبول کرتے ہیں' آخر وہ سب بھی تو آپ ہی کے یہاں سے لے جاتے ہیں' سلطان قطب الدین نے یہ بات سچ جان کر حکم دیا کہ:۔ کوئی امیر یا سردار شیخ کے یہاں نہ جاوے' دیکھو وہ اس قدر دعوت لوگوں کی کہاں سے کرتے ہیں اور جاسوس مقرر کئے کہ دیکھتے رہیں جو امیر وہاں جائے مجھے آ کر اطلاع کریں۔ جناب شیخ نے سنا فرمایا:۔ کھانا آج سے زیادہ پکایا جاوے۔ ایک مدت بعد سلطان نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کہ خانقاہ شیخ کا کیا حال ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ سابق جسقدر پکتا تھا اب اس سے دوگنا پکتا ہے بادشاہ یہ سنکر پشیمان ہوا۔ کہا میں غلطی پر تھا' آپ کا معاملہ عالم غیب سے ہے۔"

دہلی کی تباہی

ایک بار حضرت خواجہؒ نے پیشن گوئی کی تھی کہ چونکہ دلی میں علماء عداوت و حسد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے جب احادیث پڑھی جائیں تو وہ نہیں سنتے' تعجب نہیں کہ اگر اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بج جائے۔

اس واقعہ کے ٹھیک چھٹے سال حضرت خواجہؒ کی وفات کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق کے فرزند اور جانشین محمد تغلق نے دلی کو بالکل خالی کردینے اور دیوگیر (دولت آباد) منتقل ہوجانے کا فرمان جاری کیا اور اس میں ایسی ضد اور عجلت سے کام لیا کہ حقیقتاً شہر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور دلی سا گلزار و آباد شہر میں پہلے رہنے کو جگہ نہیں ملتی تھی ایسا خالی ہوا کہ سوائے جنگلی جانوروں اور درندوں کے وہاں کسی متنفس کی شکل نظر نہیں آتی تھی۔ لوگ جب دولت آباد پہنچے تو وہاں سخت قحط اور وبا کا سامنا کرنا پڑا' ہزاروں راستہ میں لقمۂ اجل بن گئے اور ہزاروں وہاں پہنچ کر قحط اور بیماریوں کا شکار ہوئے اور حضرت خواجہؒ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

قرب سفر

عمر مبارک جب اسی سال سے متجاوز ہوئی تو سفر آخرت کے آثار نمایاں ہوئے۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ:- میں نے خواب میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ ارشاد ہوا:- نظام ہم کو تمہارا بڑا اشتیاق ہے۔

وفات کا حال

وفات سے 40 روز پیشتر استغراق وتحیر کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ امیر خورد نے تفصیل سے وفات کا حال لکھا ہے' ان کا بیان ہے:-

''جمعہ کا دن تھا' سلطان المشائخؒ پر ایک کیفیت تھی' نور تجلی سے ان کا باطن منور معلوم ہو رہا تھا' نماز کے اندر بار بار سجدے فرماتے تھے۔ اسی حالت تحیر میں مکان پر تشریف

> حضرت خواجہؒ دہلی تشریف لائے تو انہیں رہنے کو کوئی مکان نصیب نہ ہوا' کافی عرصے تک مختلف جگہوں پر قیام کیا

لائے۔ گریہ میں ترقی ہوگئی۔ روزانہ کئی کئی بار غیوبت و استغراق ہوجاتا تھا' پھر توجہ ہوجاتی تھی' یہی فرماتے تھے کہ آج جمعہ کا دن ہے دوست کو دوست کا وعدہ یاد آتا ہے اور وہ اس کیفیت میں غرق ہوجاتا ہے۔ اس حالت میں دریافت فرماتے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے اور میں نماز پڑھ چکا ہوں؟ اگر جواب دیا جاتا کہ آپ نماز پڑھ چکے ہیں تو فرماتے کہ پھر پڑھ لیں' ہر نماز کو مکرر ادا کرتے جتنے دن اس عالم میں رہے۔ یہ دو باتیں مکرر فرماتے: آج جمعہ کا دن ہے' ہم نماز پڑھ چکے ہیں؟ اور کبھی یہ مصرع پڑھتے۔

''می رویم و می رویم و می رویم''

اسی دوران میں ایک روز تمام خدام ومریدین کو جو حاضر تھے' طلب فرمایا اور ان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ:-

> حضرت خواجہؒ حضرت شیخ کبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پہلی ہی رات آپ کو چارپائی پر سونے کا حکم دیا گیا۔

''تم گواہ رہنا کہ اگر اقبال (خادم) نے کوئی چیز بھی گھر میں جنس میں سے بچالی ہے تو کل روز قیامت اسکو خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا'' اقبال (خادم) نے عرض کیا کہ میں نے کچھ نہیں چھوڑا ہے' سب آپ پر صدقہ کردیا ہے اور واقعی اس جوانمرد نے ایسا ہی کیا تھا' سوائے اس غلہ کے جو چند دن کے لئے فقرائے خانقاہ کو کفایت کرتا سب کچھ تقسیم کردیا تھا۔ میرے چچا سید حسین نے اطلاع دی کہ غلہ کے سوا ہر چیز محتاجوں کو پہنچ گئی۔ سلطان المشائخؒ اقبال سے ناراض ہوئے انکو طلب کیا اور فرمایا کہ اس مرداریت کو کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ اقبال نے عرض کیا کہ غلہ کے سوا جو کچھ موجود تھا' سب کچھ تقسیم ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ خلقت کو بلاؤ۔ جب لوگ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ غلہ کے انبار خانے توڑ ڈالو اور تمام غلہ بے تکلف اٹھالے جاؤ اور وہاں جھاڑو دے دو۔ ذرا سی دیر میں خلقت جمع ہوگئی اور اس نے غلہ کو لوٹ لیا۔ اس بیماری میں کچھ احباب اور خدمتگار حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا کہ:- آں مخدوم کے بعد ہم مسکینوں کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا کہ: یہاں اتنا ملتا رہے گا جس سے تمہارا گذر ہوجائے۔ میں نے بعض معتبر مشائخ سے سنا ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے درمیان کون نصیب ور ہوگا؟ فرمایا جس کی قسمت یاوری کریگی۔ بعض دوستوں اور خادموں نے میرے نانا شمس الدین وامغانی سے عرض کیا کہ وہ سلطان المشائخ سے پوچھیں کہ ہر شخص نے اپنے اعتقاد کے مطابق آپ کے احاطہ میں بلند بلند عمارتیں بنائی ہیں اور سب کی نیت یہ ہے کہ آپ اُس کی عمارت میں آرام فرمائیں' اگر وہ ناگزیر وقت آ گیا تو آپ کو کس عمارت میں دفن کریں تاکہ کوئی خودرائی سے کام نہ کرے۔ مولانا شمس الدین نے یہ پیغام پہنچایا تو ارشاد ہوا کہ:- میں کسی عمارت کے نیچے دفن ہونا نہیں چاہتا۔ میں جنگل میں آسودہ خاک ہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کو باہر میدان میں دفن کیا گیا' بعد میں سلطان محمد تغلق نے اس پر گنبد تعمیر کرایا۔

وفات سے 40 روز پہلے سے غذا بالکل ترک فرمادی تھی' کھانے کی خوشبو بھی گوارا نہ تھی' گریہ اس شدت سے غالب تھا کہ ایک گھڑی کیلئے بھی آنسو نہیں تھمتے تھے۔

اسی درمیان میں انکی مبارک ایک روز مچھلی کا شوربہ لائے۔ مخلصین نے بڑی کوشش کی کہ آپ تھوڑا سا تناول فرمالیں۔ سلطان المشائخؒ نے پوچھا کہ:- یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ:- تھوڑا سا مچھلی کا شوربہ ہے۔ فرمایا: ''بہتے ہوئے پانی میں ڈال دو۔'' آپ نے کچھ تناول نہیں فرمایا۔

میرے چچا سید حسین نے عرض کیا کہ کئی دن ہوگئے ہیں آں مخدوم نے کھانا...... بالکل چھوڑ دیا ہے اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ فرمایا:- سیدا! جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا مشتاق ہو اس سے دنیا میں کھانا کیسے کھایا جائے!۔ الغرض 40 روز کی مدت میں جس طرح کھانا تناول نہیں فرمایا اسی طرح بات بھی بہت کم کی۔ آخر چہارشنبہ کے دن تک جس دن آپ کی وفات ہوئی یہی حال رہا۔

18 ربیع الآخر 725ھ کو طلوع آفتاب کے بعد زہد و عبادت' حقیقت ومعرفت اور ہدایت وارشاد کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔

> ساری عمر تجرد میں گزری اس لیے کوئی اولاد نہیں ہوئی' روحانی سلسلہ سارے ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے

نماز جنازہ شیخ الاسلام رکن الدین نبیرہ شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی نے پڑھائی۔ نماز کے بعد شیخ الاسلام رکن الدین نے فرمایا کہ:-

''اب معلوم ہوا کہ مجھے 4 سال تک دہلی میں اسلئے رکھا گیا کہ مجھے اس نماز جنازہ کی امامت کا شرف حاصل ہو۔''

ساری عمر تجرد میں گذری اسلئے کوئی اولاد نہیں تھی' روحانی سلسلہ سارے ہندوستان میں پھیلا' اور ابھی تک جاری ہے۔ آپ کا مزار مبارک دہلی (بھارت) میں مرجع خلائق ہے۔

★ ★ ★